عیسوی سالِ نو کی آمد

جناب شکیل حسن شمسی صاحب ''راشٹریہ سہارا'' دہلی

ان دنوں ہندوستان بھر میں نئے سال کا جشن منائے جانے کی تیاریاں شباب پر ہیں۔ بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کی جانب سے اس دن کو فروغ دیئے جانے کے باعث نئے سال کا جشن اب ہندوستان کے شہری علاقوں کا سب سے بڑا قومی تہوار بن گیا ہے۔ امیر غریب سب ہی ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارکباد دینے میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو گفٹ بھیج کر خوش ہوتے ہیں۔ گوکہ یہ تہوار صرف عیسائیوں کا تہوار تھا،لیکن اب اس میں سب ہی مذاہب کے لوگ شامل ہوگئے ہیں۔ سب بلاتفریق مذہب وملت ۳۱؍دسمبر اور پہلی جنوری کی درمیانی شب میں سال نو کا جشن مناتے ہیں۔ پٹاخے چھوڑتے ہیں، رقص کرتے ہیں، بوس وکنار میں محو رہتے ہیں اور مختلف قسم کی بے حیائیوں کا مظاہرہ کرنے کو اعلیٰ سوسائٹی کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔ گوکہ کسی کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ نیا سال کیوں منارہے ہیں؟ کیا ہوگیا اس رات میں جو سارے لوگ دیوانے ہوئے جارہے ہیں؟ نہ تو موسم بدلا نہ شب وروز؟ تو پھر جشن کس بات کا؟ کسی کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کلیساؤں میں آج خصوصی دعائیہ تقریب کیوں منعقد ہورہی ہیں؟ کسی کو نہیں پتہ کہ چرچ میں رات ۱۲؍بجے گھنٹے کیوں بج رہے ہیں؟ نیا سال عیسائیوں کا ہے، لیکن عیسائیوں سے زیادہ خوشی منانے والوں میں ہندو، مسلمان، سکھ، جین اور بدھ سماج کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔ سب اس دن کو ایک سیکولرزم کی علامت سمجھ کر اپنی قسمت کا لیکھا جوکھا پڑھتے ہیں۔ سال بھر کے لئے پیش گوئیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، نئے سال کے اسٹار کیا کہتے ہیں، اس پر پورے پورے کالم سیاہ ہوجاتے ہیں۔ کئی مشہور نجومی سال بھر کی پیش گوئیوں پر مبنی خصوصی کتابیں بھی پیش کرتے ہیں (جو سال کے آخر میں پڑھی جائیں تو معلوم پڑتا ہے کہ ان کے اندازے کس قدر جھوٹے ثابت ہوئے)۔

عیسائی راہبوں کی یہ بہت بڑی کامیابی رہی ہے کہ انھوں نے اپنی مذہبی تقریبات پر سیکولرزم کا غلاف اس طرح چڑھا دیا کہ عام لوگ یہ بھی بھول گئے کہ جس دن وہ خوشی منارہے ہیں، اس کا ہندوستانی مذاہب یا ہندوستانی سماج سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ انگریزوں کا طریق کار یہی رہا ہے کہ اگر انھوں نے اپنے مقدس دن اتوار کو سارے ملک میں چھٹی کرنے کا رواج شروع کیا تو کسی کو یہ نہیں لگنے لگا کہ سنڈے سے عیسائیوں کو کچھ لینا دینا ہے (لیکن اگر کوئی جمعہ کو چھٹی لے تو اس کو فرقہ پرست سمجھا جائے گا) اسی طرح نئے سال کے جشن کو بھی بھولے بھالے ہندوستانی یہی سمجھنے لگے کہ یہ ایک سیکولر جشن ہے اور اس کا کسی فرقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اصل میں یہ دن رومن بادشاہوں نے قائم کیا تھا اور وہ اپنے موسم کے مطابق ہر سال پہلی مارچ کو نئے سال کا جشن مناتے تھے۔ اس کیلنڈر میں ۱۰؍مہینے ہوتے تھے، لیکن بعد میں جولیس سیزر نے اس کیلنڈر میں دو مہینوں کا اضافہ کرکے سال کو بارہ مہینے کا کردیا، مگر رومن لوگوں نے اس سرکاری کیلنڈر کو دل سے تسلیم نہیں کیا اور وہ مارچ میں ہی اپنا نیا سال مناتے رہے، لیکن بعد میں روم کے پادری پوپ گریگوری XIII نے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ مربوط کیا تو لوگوں نے اس سال کو آسانی کے ساتھ تسلیم کرلیا۔ عیسائیوں کے

عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ۲۵/دسمبر کو ہوئی تھی ان کی چھٹی کی رسم ۱۳۱دسمبر کو ہوئی تھی، اس لئے عیسائی عقیدے کے لوگ دنیا بھر میں اس کو نئے سال کی شکل میں منانے پر آمادہ ہوگئے اور پھر جہاں جہاں انھوں نے حملہ کیا اور ملکوں کو بزور شمشیر فتح کیا، وہاں وہاں انھوں نے نئے سال کا جشن منائے جانے کا آغاز بھی کیا۔ یروشلم میں پائے جانے والے سرو کے خصوصی درختوں کو ۲۵/دسمبر سے ہی سجا کر رکھنے کی رسم بھی انگریزوں نے شروع کی۔ ان پیڑوں کے اردگرد مختلف عزیز اور رشتے دار ایک دوسرے کے لئے تحفے لاکر رکھ دیتے ہیں، جو نئے سال میں ہی کھولے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی جگہ جگہ آج آپ کو کرسمس ٹری سجے ہوئے نظر آئیں گے (کرسمس ٹری کی شروعات کی بھی ایک کہانی ہے، جس پر اس مضمون میں گفتگو کرنے کی گنجائش نہیں ہے)۔

ہندوستان میں انگریزوں کے آنے سے قبل تک کوئی انگریزی مہینوں کے نام بھی نہیں جانتا تھا تو نئے سال کا جشن منانے کا تو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔ عہد قدیم میں چونکہ ہندوستان مختلف حصوں میں بٹا ہوا تھا، اسی حساب سے یہاں کے مختلف خطوں میں الگ الگ دنوں میں سال نو کا جشن منایا جاتا تھا۔ یہاں کے کیلنڈر کو پنچانگ کہا جاتا تھا اور ہندو کیلنڈر کا مقبول ترین نام وکرم سموت ہے۔ یہ نام شہنشاہ وکرمادتیہ نے اجین پر فتحیابی کے بعد دیا تھا۔ یہ پنچانگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۰/سال قبل شروع ہوا تھا۔ اسی زمانے میں جولیس سیزر نے روم میں بھی اپنے نئے کیلنڈر کو ترتیب دیا تھا۔ ہندو کیلنڈر میں موسم سورج کے حساب سے چلتے ہیں، ماہ چاند کے حساب سے اور رات دن چاند اور سورج دونوں کے ساتھ چلتے ہیں۔ ہندو کیلنڈر کا پہلا دن کارتک مہینے کی پہلی تاریخ کو ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ الگ الگ صوبوں میں موسم کے حساب سے الگ الگ دنوں میں نیا سال منایا جاتا ہے۔

آسام میں نئے سال کا جشن رنگولی بیہو کے نام سے ہر سال ۱۵/مارچ کو منایا جاتا ہے۔ آندھرا پردیش اور کرناٹک کے لوگ چیت کے مہینے کی پہلی تاریخ کو اپنا نیا سال مناتے ہیں، مہاراشٹر والے اپنا نیا سال گڑی پڑوا بھی اسی دن مناتے ہیں، تمل ناڈو کے باشندوں کے لئے نیا سال Puthandu ہوتا ہے اور یہ دن ہر سال ۱۴/اپریل کو پڑتا ہے، جب کہ پڑوسی ریاست کیرالہ میں نئے سال کا پہلا دن Medam مہینے کی پہلی تاریخ کو ہوتا ہے، اس دن سورج برج اسد میں داخل ہوتا ہے۔ شمالی ہندوستان کے سب سے بڑے صوبوں اتر پردیش اور بہار میں نئے سال کے پہلے دن کو مکر سکرانتی کہتے ہیں۔ یہ چیت مہینے کی پہلی تاریخ کو ہوتا ہے۔ سکھ فرقہ کے لوگ بیساکھی کو اپنے نئے سال کا پہلا دن مانتے ہیں۔ یہ دن ۱۳ یا ۱۴/اپریل کو پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ بنگال میں بھی ۱۴ یا ۱۵/اپریل کو نئے سال کا جشن ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مختلف صوبوں میں ان ہی تاریخوں کے آس پاس سال نو کا جشن منایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں جب مغلوں کو حکومت کا موقع ملا تو انھوں نے نوروز کی تقریبات منعقد کیں۔ سال نو کی یہ تقاریب، لیکن ہندوستانی تاریخوں پر نہیں تھیں، بلکہ سینٹرل ایشیا اور ایران وافغانستان میں ۲۱/مارچ یا ۲۰/مارچ کو منائے جانے والے نوروز کے تہوار کی مناسبت سے ہی ہوتا تھا۔ اصل میں اس علاقے کے لوگوں کے لئے مارچ کا تیسرا ہفتہ ایک بہت بڑی موسمی تبدیلی لایا کرتا تھا۔ برف گرنا بند ہوتی تھی اور خزاں کا دور ختم ہوکر موسم بہار کی آمد آمد ہوتی تھی۔ ہندوستان کے برفیلے علاقوں کے لئے موسم کے حساب سے یہ جشن تو ٹھیک تھا، لیکن ساحلی علاقوں یا میدانی علاقوں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی، بلکہ انتہائی گرمی کے دنوں کا آغاز اپریل میں ہونے کی وجہ سے عوام اس موقع پر جشن منانے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔ شاید اسی لئے پورے ہندوستان میں کبھی بھی ایک ساتھ سال نو کا جشن نہیں منایا جاسکا۔ یہاں آباد پارسی اور بہائی فرقہ کے لوگ آج بھی نوروز کا

(بقیہ۔۔۔۔۔صفحہ ۲۹ پر)

بالکل مختلف ہے۔ یہاں ہدف اور مقصد کے ساتھ ساتھ مقصد کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ بھی صحیح ہونا چاہئے، اسی لئے دہشت گردی ناجائز ہے، ممکن ہے کسی دہشت گرد کا مقصد صحیح ہو، مگر اس کے حصول کا جو راستہ اختیار کیا ہے وہ درست نہیں ہے، یہیں پر خودکش دھماکہ کرنے والے نوجوان دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ممکن ہے ان کا مقصد اور ہدف صحیح رہا ہو، مگر جس طریق کار کو انہوں نے اختیار کیا ہے، اس میں ۹۵ فیصد بے گناہ مارے جارہے ہیں۔ کبھی کبھی کچھ جوان پاکستان یا عراق میں پکڑے گئے جو کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے اپنے کو دھماکہ سے اڑا نہ سکے تھے تو دیکھا گیا کہ وہ غصہ اور مایوسی سے اپنی بوٹیاں نوچ رہے تھے کہ تم نے ہمیں کتنے بڑے ثواب سے محروم کردیا، ہمارے مولانا نے بتایا ہے کہ اس سے سیکڑوں کو مار کر مروگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں دسترخوان پر تمہارا انتظار کریں گے، جب اس سے کہا گیا کہ تمہارے اس خودکش دھماکہ سے سب بے گناہ مارے جاتے تو اس نے جواب دیا کہ ہمارے مولویوں نے بتایا، ان سارے بے گناہوں کو تو اللہ شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ کاش ان بھٹکے ہوئے گمراہ لوگوں کو کوئی اسلام کا یہ زریں اصول پہنچا دے کہ اسلام میں صرف مقصد کا صحیح ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ مقصد و منزل تک پہنچنے کا راستہ بھی صحیح ہونا ضروری ہے۔

معاشرہ سے ناانصافی، ظلم، بے عدالتی اور دوسری برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کرنا بھی اسلام میں جہاد ہے۔ یہاں تک کہ جو شخص اپنے اہل وعیال کی روزی روٹی کے لئے گھر سے باہر نکلتا ہے تو اس کی حیثیت مجاہد فی سبیل اللہ کی ہے اور اسے ہر قدم پر جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ اس لئے ارشاد رسالت ہے **''الکاد لعیالہ کالمجاھد فی سبیل اللہ''** ''اپنے اہل وعیال کی محنت ومشقت کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے'' اگر کوئی اپنی یا اپنے خانوادہ کی عزت یہاں تک کہ اپنی جائیداد کی حفاظت میں اپنی جان دے دے تو اس کو بھی وہی درجہ ہے جو میدان جنگ میں شہید ہوجانے والے کا ہے۔

مندرجہ بالا سارے معروضات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جہاد کے معنی قتل کرنے کے نہیں ہیں، بلکہ یہ جہاد زبان سے بھی ہوسکتا ہے، قلم سے بھی، مال سے بھی اور اولاد سے بھی اور بدرجہ مجبوری تلوار سے بھی۔

(جاری)

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۱۱رفروری ۲۰۱۱ء)



بقیہ۔۔۔۔۔عیسوی سال نو کی آمد

جشن ۲۱رمارچ کو مناتے ہیں۔ ان کے علاوہ شیعہ فرقہ کے لوگ بھی ۲۱رمارچ کو نذر ونیاز کا پروگرام کرتے ہیں اور اس بات پر عیقدہ رکھتے ہیں کہ اسی دن حضرت علیؑ نے مسند خلافت سنبھالی تھی، لیکن یہ رسم چونکہ ایرانیوں کے یہاں سے آئی تھی، اس لئے نوروز صرف ایک دن کی رسم تک محدود رہا۔ ایرانی مہینوں کے نام تک کسی کو معلوم نہیں تھے، اس لئے نئے سال سے اس کو جوڑا نہیں جاسکا البتہ نوروز سے قبل تک عام طور پر لکھنؤ کے لوگ صحن میں یا چھت پر سوتے نہیں ہیں، برف کے پانی کا استعمال نہیں کرتے اور یہاں تک پنکھے بھی نہیں چلائے جاتے ہیں۔ ایران کے شمسی کیلیڈر کے پہلے مہینے فروردین کے پہلے دن کو نوروز کہا جاتا تھا، مگر ہندوستان میں بھلے ہی جشن نوروز ہوتا ہو شمسی کیلنڈر یہاں رائج نہیں ہوسکا اور یہاں انگریزوں کے آنے سے قبل تک صرف وکرم سموت اور ہجری کیلنڈر ہی چلا کرتے تھے۔

آزادی سے قبل سندھی فرقہ کے لوگ چیتی چند کا تہوار بڑے جوش وخروش سے مناتے تھے۔ یہی ان کے لئے نئے سال کا جشن تھا، یہ بھی چیت کے مہینے کا چاند دیکھ کر منایا جاتا تھا، اس لئے اس کو چیتی چند کہا جانے لگا۔ اس کے برعکس گجرات میں نیا سال کارتک شکلا کے مہینے میں منایا جاتا ہے، لیکن اب یہ سارے کیلنڈر، تقویم اور نئے سال کے پنچانگ پس پشت چلے گئے ہیں۔ ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں نئے سال کا جشن جم کر ہوتا ہے، موبائل پر میسج آنے کا سلسلہ تو ہفتہ بھر پہلے ہی سے شروع ہوجاتا ہے۔ جو لوگ نئے سال کا جشن نہیں مناتے ان کو بیک ورڈ اور پسماندہ سمجھا جاتا ہے، جو لوگ بوس وکنار، رقص وسرور کی محفلوں سے الگ رہتے ہیں، ان کو دقیانوسی کہا جاتا ہے، شراب کے جو دریا بہائے جاتے ہیں، ان میں نہ ڈوبنے والوں کو سماج کے ساتھ نہ چلنے والا مانا جاتا ہے، جو بدکاری میں ملوث نہ ہوں ان کو پچھڑا ہوا تسلیم کرلیا جاتا ہے اور جو آتش بازی نہ کرے اس کو کنجوس کہا جاتا ہے۔ بہرحال اب بے حیائی کے اس طوفان کی روک تھام ممکن نہیں اور نئی نسل کو اس کے عذاب سے محفوظ رکھنے کا بھی کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ اللہ ہی خیر کرے اپنے ہندوستانی نوجوانوں کی۔۔۔۔۔!

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۲۹ردسمبر ۲۰۱۰ء)